

سایہ ستمگر

مہوش علی

قسط نمبر 1

کاش بادل کی طرح ستم کا سایہ ہوتا
پھر دن رات تیرے شہر پہ ستمگر چھایا ہوتا
"چھوڑو مجھے جانے دو"
"تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے جانے دو میں نے کیا بگڑا ہے تمہارا!
کون ہو تم اور کہاں لے جا رہے ہو مجھے چھوڑو پاپا!!"۔۔۔۔۔ وہ چینی سیاہ وجود کے ساتھ گھسیٹی جا رہی تھی۔

سیاہ و حشت ناک رات کا پھر تھا اور آس پاس تاریک گھنے جنگلات۔

جن سے خون آشام جانوروں کی چینیں اسکے کانوں میں پڑتی اسے مزید حواس باختہ کر رہی تھیں۔

لبے دراز قد کا مالک انجان وہ ستمگر اسکے نازک بازو کو اپنی وحشی پکڑ میں جھکڑے گھسیٹا جا رہا تھا اور پیچے وہ گرتی پڑتی گھسیٹی اسکے سائے میں چینی مدد کیلئے پکارتی اسے اللہ کے واسطے دے رہی تھی۔

"چپ۔۔۔ پ"!! اچانک وہ دھاڑا اس گھائل بھرے ہوئے شیر کی دھاڑ اسکے کان کے پردے پھاڑ کر رکھ گئی۔

سیاہ جنگلات میں اسکی دھاڑ بار بار گونجنے لگی جس سے اس کا دماغ سن سننا اٹھا اور آنکھیں اس دھاڑ پر دھنڈ لی سی ہو گئیں۔

"مجھے جانے دو! پلیز لیٹ می گو۔۔۔ و! وہ سک کر چلائی۔

وہ اسے دیکھنے کی بے تھا شہ کو ششیں کرنے لگی کہ آخر کون ہے یہ جو اس پر اس طرح بے رحم بناؤٹ پڑا تھا اپنی بربرت سے۔

پر کہاں دیکھ سکی وہ سیاہ رات میں خود پر چھلیے اس سایہ فلن ستمگر کو۔

"کون ہو تم کیوں مجھے اپنوں سے اپنے باپ سے دور لے جا رہے ہو بتاؤ مجھے اپنا چہرہ دیکھا و کون ہو آخر کیوں میرے پچھے پڑے ہو میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟ جواب کیوں نہیں دیتے؟"

"سن نہیں رہے جواب دو چہرہ دیکھا تو مجھے اپنا۔ ا۔" مقابل کی سیاہ شرٹ کو نوچتی وہ اسکے بازو کا نشانہ لینے لگی پر اس پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

وہ اسے گھسیتاً لمبے لمبے ڈگ بھرتا لے جا رہا تھا۔

کہاں---؟؟

وہ نہیں جانتی تھی یہ بھی کہ وہ کون ہے اور نایہ کہ کہاں جا رہی ہے۔

"تم میرے باپ کو نہیں جانتے انہیں معلوم پڑا تم مجھے اس طرح ہرٹ کر رہے ہو تو وہ تمہیں مار دیں گے تمہاری ہستی مٹا دیں گے نیست و نابود کر دیں گے تمہے۔۔۔۔۔" باقی کے الفاظ اسکے حلق میں ہی دب گئے جب اچانک ہی ایک تاریک جنگل میں بنے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے اسے نیچے بے دردی سے پھینکا۔ "پاپا۔۔۔۔" منہ کے بل فرش پر گرنے سے اسکی چیخ جنگل میں بلند ہوئی اور ساتھ ہی پچھے کھڑے وجود کا قہقهہ۔

"ہاہاہا چلا کو اور چلا کو! آج جتنا دل کرے چلا کو کیونکہ یہاں نا تمہارا باپ آسلتا ہے تمہیں بچانے ناہی تمہارے اپنے" بھاری مردانہ سفاک لبھے میں قہقهہ لگاتے وہ سایہ استہزا نیہ کہتا اسکی طرف بڑھا۔

"کیا چاہتے ہو؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تمہارا؟"؟؟؟ وہ روتنی سسکتی خوف سے سفید پڑتی کہنیوں سے آگے کو کھسکی۔

ننگے پاؤں روڈ پر چلنے سے اسکے نازک پاؤں لہو لہان ہو گئے تھے اور اب کہنیوں کے بل گرنے پر اسکی کہنیاں چھل گئی تھیں۔

"زندگی تمہاری! سکون میرا"۔ ایک بار پھر وہی سفاک آواز گونج اٹھی۔

اس کا سانس رک گیا اور پھیلی آنکھوں سے اندھیرے میں اسے دیکھنے لگی جو اس پر سیاہ سایہ بنتا ہوا تھا۔ پر یہ سایہ مسیحاتو نہیں تھا۔

مسیح کیسے ہو سکتا تھا؟

کیا مسیح ازندگی چاہے گا مقابل کی؟؟ نہیں ہرگز نہیں۔

یہ تو سایہ تھا ستگر کا سایہ جو اسکی سانسوں کو نوج کر سکون حاصل کرنا چاہتا تھا اسکی سانسیں چھیننا چاہتا تھا۔

اسے تاریکی میں موت کی گھری نیند سلانا چاہتا تھا پر کیوں کیا بگاڑا تھا اسے؟

حالانکہ اسے تو کبھی چیونٹی کو بھی تکلیف نہیں پہنچائی تھی اتنے بڑے پہاڑ کو کیسے تکلیف پہنچائے گی۔

"اٹھو---!" بھاری زخمی آواز موت جیسے سکوت میں گو نجی۔

اسنے کانپ کر نفی میں سر ہلایا اور روتے ہوئے اپنے ماں باپ بہن بھائی کو پکڑنے لگی۔

"میں نے کہا اٹھو لڑکی!" وہ غرایا اور جھک کر اسکے بازو کو دبوچا اور کھینچ کر کمرے کی وسط میں رکھی کرسی پر دھکیلا کر وہ کرسی سمیت پیچھے گری۔

ایک دل دہلا دینے والی نسوانی چیخ خاموش فضامیں ٹکڑوں میں تقسیم کر گئی اور پھر سکوت چھاگیا۔

مقابل نے چیز کو سیدھا کیا۔

جس پر بیٹھی وہ پھر سے گھٹی گھٹی سکیاں بھرنے لگی۔

وہ اپنی درد کرتی کمر کے ساتھ چیز پر بیٹھی کہنیاں ہتھیلیاں دیکھنے کی کوشش کرتی سکیاں بھر رہی تھی۔

ناک سے ٹپ ٹپ کی طرح خون کی بوندیں اسکی سامنے پھیلی ہتھیلیوں پر گرنے لگی۔

کہ اچانک ہی اسے خود پر پانی گرتا محسوس ہوا۔
نہیں یہ پانی نہیں تھا۔

وحوش سے پھیلی سوجیں آنکھوں سے اسے اپنے گرد گھومتے اس ستمگر کو دیکھا جو اس پر کچھ چھڑک رہا تھا۔
اور ساکت سے بت کی طرح اپنی ہتھیلی پر گرا لیکوڈ سونگھنے لگی۔

اگلے ہی پل اسکے ہاتھ لٹھک کر گود میں گرے اور خود ساکت سی اندر ہیرے میں دیکھنے لگی۔
اسکی ناک کی نہضنوں سے مٹی کے تیل کی بوگھس کر اسکے حواس منجمد کر گئی۔
سارا کھیل وہ سمجھ گئی اور اس ستمگر کی ستمگری کو بھی۔

"زویا آفاق!" اچانک پیچھے سے دو بھاری مردوں نے ہاتھ اسکے چیز پر آئے اور سر گوشی سی کان میں ہوتی۔
اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا۔

"سکون نہیں میرے پاس!" وہ سکون تم دو گی مجھے۔

جب تم ختم ہو گی اور تمہارے نازک سے بدن پر جلتی آگ مرزا ہاؤس کے سینے میں دہنے لگی تبھی سارا سکون
نوج لے گی اور وہ بے سکون ہوں گے تبھی مجھے سکون آئے گا۔ گھم بیر سفاک سر گوشیوں پر اسے اپنے
دونوں ہاتھ منہ پر جمع دیے اور سر نفی میں ہلانے لگی۔

"نن--- نہیں--- نج--- جانے دو پپ--- پلیز" تھر تھر کا نپتے وجود کے ساتھ اسے سامنے آ کر کھڑے
اس سائے کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے اور ہچکیاں بھرنے لگی۔

مقابل نے اسکی معصومیت پر جاندار قہقہہ لگایا جو تاریکی میں کسی حیوان کا گا۔
اب وہ اسے دیکھتا جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالنے لگا اور ساتھ ہی سیاہ لائٹر۔

"نن۔ نہیں مت کرو ایسا مجھے مت جلا تو پلیز مجھے جانے دو میر اس بانتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔
مم۔۔۔ مجھے معاف کر دو! مجھے جانے دو پلیز لیٹ میں گو! آخر کون ہوتا ہے؟" وہ اسکے لبوں میں جلتا شعلہ دیکھ کر
دھاڑیں مارنے لگی۔ مچلنے لگی آگ کو خود سے دو قدم کے فاصلے پر دیکھ کر۔

پر اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اٹھ کر اسے دھکا دیکر وہاں سے بھاگ جائے اور اپنی زندگی بچالے۔
"سامایہ۔۔۔! بر اسایہ مرزا ہاؤس کا۔

ستمگر۔۔۔! تمہارا ستمگر زویا آفاق"۔۔۔!! کہنے کے ساتھ ہی پھٹی نظر وہ سے گھورتی زویا کو دیکھتے ہی ہاتھ میں
جلتے بھجتے لاٹڑ کو دیکھا اور پھر اسے۔

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایسا مم۔۔۔ مت کرناا۔۔۔ اللہ کک۔۔۔ کیلئے" وہ گڑ گڑائی چہرالٹھے کی مانند سفید
پڑتا زرد ہونے لگا۔۔۔

"تم آگ میں جلوگی تبھی مجھے سکون آئے گا زویا آفاق ہاہاہاہا" قہقہہ لگاتے اس تاریک سائے نے وہ جلتا
لاٹڑ چیئر پر بیٹھی زویا کی پھیلی پر پھینک دیا اور اگلے ہی لمحے آگ اسکے پھول جیسے وجود پر قابض ہوتی
شعلے بھڑک اٹھے تاریکی میں۔

"آآآآآ۔۔۔ بچاؤ بچاؤ پیاپاا"

"زویا۔۔۔ زویا میری جان" زینیہ بیگم اسکی چیخ و پکار پر بھاگتی ڈور دھکیل کر روم میں آئیں اور اسے بیڈ پر ہاتھ
پاؤں مارتے دیکھ کر اسے چھنجھوڑ کر ہوش میں لانے لگی۔

"ماماا۔۔۔ پاپا مجھے بچاؤ میں جل رہی ہوں مجھے بچاؤ دوو" سفید رنگت سے پنک بیڈ شیٹ نوچ رہی تھی۔

"زویا۔۔۔!" دھاڑ کے ساتھ دروازہ کھول کر آفاق صاحب اسکی چیخوں پر روم میں داخل ہوئے اور بیڈ پر مچلتی
اچھلتی اپنی بیٹی کو اپنے شفقت بھرے آغوش میں بھرا۔

آگ سے ٹھنڈک بھرے سائے میں کھینچ لائے۔

"زویا۔۔۔ میری جان آنکھیں کھولو۔" آفاق صاحب نے زردر گلت سے اسکے گال تھپتھپائے۔ اور انکی پکار سن کر انکا محبت بھری آغوش پا کروہ حقیقت میں آگ سے برف تلنے آگئی تھی۔

"پاپا" آہستہ سے اسے بھیگی نیلی آنکھیں کھولیں اور سامنے اپنے باپ کا مسکراتا شفقت بھرا چہرہ اپایا جس پر وہ بھی سسکتی مسکرائی۔

"آہ میرا بہادر بیٹا" آفاق صاحب نے مسکراتے اسے سینے سے لگایا زینیہ بیگم بھی مسکرائیں اور اٹھ کر نیچے پڑا بلینکٹ اٹھا کر بیڈ پر رکھنے لگی۔

"چلو آج کی تماشہ قسط ختم" صبا بھا بھی نے چیئر پر بیٹھی ماہم سے آنکھ دبا کر کہا اسے لب بھینچے۔

صبا چیئر پر بیٹھی ماہم کو نخوت سے دیکھ کر اب اس تماشے کے بعد کے لاڈپیار کے اینڈ ہونے کے انتظار میں تھی پھر اپنے روم میں جاسکے۔

دوسری طرف زویا اپنا براخواب اپنے ماں اور باپ کو سنارہی تھی جس میں ناصبا کو دلچسپی تھی ناہی ماہم کو۔ دونوں اکتائی ہوئی تھی اس کبھی کھار کے تماشے سے۔

ماہم کا تو اس ایکٹنگ پر غصے سے خون کھول اٹھتا تھا بھی، ہی تو اسے آنکھ موندیں تھی کہ اچانک اسکی کراہیں آہوں پر آنکھ کھلی اور وہ کچھ سمجھتی یا اکتا کر آنے والے تماشے کا سوچتی بیڈ پر گرتی کہ اسکی بچاؤ بچاؤ والی چینیں گونج جاتیں اور اسے گر پڑ کر سامنے پڑے صوفی یا چیئر پر جانا پڑتا تاکہ آفاق صاحب اسکے چاچویا زینیہ بیگم اسکی چاچی آکر اسکے لاڈ اٹھا کر اسے ہوش میں لاتے اور پیار محبت سے پچکارتے کہ وہ حقیقت نہیں صرف خواب تھا۔

تم آگ میں نہیں اپنے باپ کے محبت بھرے حصار میں ہو۔۔۔

"بس بیٹا کچھ نہیں ہوا سب ٹھیک ہے میرا بہادر بیٹا بھی اٹھو اور فریش ہو کر کانج کی تیاری کرو آج آپکا ٹیسٹ ہے ناشابا ش" آفاق کرزی نے محبت سے اسے اٹھا کر بیٹھایا اور اسکے بال سنوارے۔

زینیہ بیگم اسے پیار سے مسکرا کر دیکھتی روم سنوارنے لگی۔

اور آفاق کر زئی اس سے چھوٹی مولیٰ بات کر رہے تھے۔

صبا گھر انس بھرتی وہاں سے جانے لگی جسے جاتے دیکھ کر ماہم بھی اٹھی۔

"بھا بھی مجھے کوئی دوسرا روم سیٹ کر دیں پلیز میں تنگ آگئی ہوں روز روز کے تماشے سے ابھی میری آنکھ لگتی ہی ہے کہ اسکی چیخ پکار نہیں بچی کی طرح شروع ہو جاتی ہے حد ہے ڈیم فول" اپنے بالوں کو کھڑر سے آزاد کرواتے اسنے غصے سے کہا۔

صبا بھا بھی ہنسی۔

"میں کہاں سے لاٹوں یار تیرے لئے الگ سے روم؟ چار کمروں پر مشتمل ہے یہ گھر۔ ایک میں چاچا بچی ہیں دوسرے میں میں اور تیرابھائی، تیسرا میں میرے دونوں بچے اور چوتھے میں تم اور زویا اگر چاہے تو اسٹور روم کچن یا ڈرائیگ روم میں شفت ہو سکتی ہے"۔ صبا بھا بھی نے ہنسنے مسکراتے سارے گھر کا نقشہ سامنے رکھا۔

ماہم دانت پیس کر رہ گئی۔

"الگتا ہے یہ میرا جہنم میں بھی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ سیر یسلی یار تنگ آگئی ہوں میں اس عذاب سے پاپا کی نہیں نے میرا جینا حرام کر دیا ہے خود تورات رات بھر سو کر اپنی نیندیں پوری کر کے صحیح تماشے لگادیتی اور میں ابھی سوتی ہی ہوں کہ بیڈ پر پڑی بیٹری بلاست ہو جاتی ہے۔"

"ماہا تمیز سے بات کرو وہ تمہاری چھوٹی بہن ہے۔" اسکی ناگوار باتیں سن کر پیچھی کھڑی زینیہ بیگم جونا شستہ بنانے جارہیں تھی غصے سے دبے لجھ میں ٹوک گئیں۔

"اگر اتنا ہی بچی بر الگتا ہے تو آپ اس سے کہہ کیوں نہیں دیتی خاموشی سے اٹھ جایا کرے کوئی کتنا برداشت کرے گا۔ جب سے ہوش سن بھالا ہے ایک ہی تماشہ ہے بھی ساری دنیا کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کوئی اسے ہی

سوکالڈ آگ لگاتا ہے اور وہ بھی سچ میں نہیں خواب میں حد ہے جاہلیت کی اس گھر میں۔ "غصے سے کہتی وہ صبا بھا بھی کی طرف مرڑی جو خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ماہم میری بچی خوابوں پر آج تک کوئی بندھ باندھ سکا ہے بھلا"

"اوہ پلیز پچھی بہت سے ایسے کرتے ہیں جب انہیں برخواب آتا ہے تو اٹھ جاتے ہیں گھرے سانس بھر کر خود کو ریلیکس کرتے بٹ یہاں۔

"نوہر گزا ایسا نہیں"۔ اسے اپنی سرخ ڈورے والی گرے آنکھیں گھمائیں اور بیچ میں ہی زینیہ بیگم کی بات کاٹ دی۔

"بھا بھی آپ پنکی یارافع کو اسکے پاس شفت کریں میں ایک کے ساتھ شفت ہو جاتی ہوں"۔ ایک خیال آتے ہیں ماہم نے صبا بھا بھی سے کہا جن کی مسکراہٹ پھیکی پڑ گئی۔

"ایسے کیسے ماہم تم جانتی ہو وہ سارا دن دماغ کھپاتی ہے اب اس عمر میں پنکی کے لئے آرام بہت ضروری ہے بہن میرے بچوں کو معاف رکھو وہ اپنے روم میں دونوں سیٹ ہیں۔ میں تو جاؤں چلتیج کروں تمہارے بھائی اٹھ گئے اور مجھے اس حلیے میں باہر دیکھا تو میرے لئے مصیبت بن جائے گی"۔ صبا بھا بھی صاف چٹا جواب منہ پر مارتی اپنی بلیک نائٹ کی طرف اشارہ دیتی سیطر ھیاں چڑھ کر اوپر چلی گئی۔

"میں بتا رہی ہوں چھی گلا۔

"ماہم تمہاری گاڑی خراب ہے اور تم تین دن سے پوائنٹ سے جا رہی ہو جاب پر؟" پچھے آفاق کر زئی کی آواز گونجی۔

ماہم نے سپاٹ نظریں انکی طرف اٹھائیں۔

"جی" یک لفظی جواب دیکروہ خاموش ہو گئی۔

"اچھا جاؤ بہن کے پاس اور جلدی سے تیار ہو جاؤ تاکہ جاتے ہوئے تمہیں ڈر اپ کر دوں بہن کے ساتھ"

"بھی چچا جان"---! ایک ناگوار نظر زینیہ بیگم پر ڈالتی وہ پاؤں چھکر اندر بڑھ گئی۔

زینیہ بیگم سر جھٹکتی کچن کی طرف بڑھ گئی اور آفاق کر زئی اپنے روم کی طرف۔

ماہم غصے سے اندر داخل ہوئی اور ایک نظر بیڈ پر سوچوں میں گم بیٹھی زویا پر ڈالکر مسلسل بجتی اپنی موبائل کی طرف بڑھی اور جھپٹ کر سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا۔

موبائل پر چکتے ساقب کے نام کو دیکھتے گہر انس بھرا اور سیل کان سے لگایا۔

"اب تم کیوں گلا پھاڑ رہے ہو؟؟؟ وہ غصہ ضبط کرنا چاہتی تھی پر کرنا سکی۔

"ہاہاہا---۔۔۔ مس جرنلسٹ ہم کہاں گلا پھاڑ رہے ہیں، گلا تو باس کا پھٹ رہا ہے آج کے آرڈر پر" ہمیشہ کی طرح اسکی غصے بھری آواز سنتے فوٹو گرافر ساقب ہستا ہوا بولا۔

"کون سا آرڈر؟ کیسا آرڈر؟ کیوں کیا ہوا پھر بی پی ہائے ہو گیا اس ممتاز بیگم کا" آرڈر پر ٹھٹھک کر اسنے جلدی سے پوچھا۔

پر دوسری طرف ہمیشہ کی طرح آج بھی مس ماہم کر زئی کو اپنے باس کیلئے ممتاز بیگم کا لقب دینے پر اسکا بلند قہقہہ پڑا۔

حالانکہ انکا باس ایک مرد حضرات تھا صرف بیچارے کا نام ہی ممتاز تھا۔

ماہم اکتا گئی "اب تم صرف قہقہے ہی لگاتے رہو گے یا اپنے مبارک منہ سے کچھ پھوٹو گے بھی؟" میٹھے سے لجھ میں وہ دانت پیس کر ظن کرنے لگی۔

" بتار ہا ہوں یار ایک تو تم غصے میں بھی اگلے معصوم بندے کو ہنسادیتی ہو تو اب ہم کیا کریں ماہم مرچی"

"جسٹ شٹ اپ"

"باس کا حکم ہے کہ انکے نیوز پیپر کے ہیڈ لائنس پر یا اور علی خان کے انٹرویو کے حرف حمکنے چاہیے میرا مطلب کہ انکے نیوز پیپر "سچ کا آغاز" میں یا اور علی خان کے نام کو سنبھری حروف میں اپنے پیپر کی زینت بنانا ہے اور یہ تمہاری کل کی چھٹی کی سزا ہے اگر تم اس اکڑو پلس مغرو خان کا انٹرویو لینے میں کامیاب ہو گئی کہ اسکے سوتیلے بھائی کے قتل میں کس کا ہاتھ ہے فلاں فلاں تو تمہیں آفس آنا چاہیے ورنہ مسماہم کر زی جواہیک جرنلسٹ ہوا کرتی تھی ہمیشہ کیلئے آفس تشریف نالائے شکریہ "اسکا ہم عمر اکیس سالہ سابق بڑے جوش و خروش سے اس تک نیوز پہنچانے لگا۔۔۔ ماہم حیرت سے موبائل کی اسکرین کو تکنے لگ۔

اس ہٹلر ممتاز بیگم کا دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تھا جو یا اور علی خان کے میڈیا کو انٹرویو دینے سے انکار کے باوجود اس سے انٹرویو چاہ رہا تھا۔

پچھے بیٹھی خاموشی سے زویا انگی ساری گفتگو سن رہی تھی۔

"اگر تم فوت ہو گئی ہو تو مجھے قبرستان مطلب کہ گھر آنے کی اجازت دو نہیں تو جہنم مطلب کہ آفس میں ملتے ہیں"

"اوکے تم جاؤ آفس وہیں ملتے ہیں۔ میں بھی پوچھوں اس ہٹلر سے کہ ہر بار مجھ پہ ہی کیوں ایسے ناط پا سیبل کیس چھوڑتا ہے۔"

ابھی تو اسے میڈیا میں انٹرویو دینے سے انکار کیا تھا جب تک اس کے بھائی کا قاتل منظر عام پر نہیں آ جاتا اور یہ ممتاز بیگم۔۔۔" وہ مٹھی بھینچ کر رہ گئی۔

زویا کو اس پر ترس سا آگیا تھا کتنی مشکل تھی زندگی اسکے لئے۔

"بیٹھا صاف بات ہے جب تیر اموڈ ہوتا ہے تو تو ہٹلر کی نانی بن کر ناٹ پاسیبل کو پاسیبل کر دیتی ہو۔۔۔ جو اب ممتاز بیگم مطلب کہ باس جان گیا ہے کہ ماہم مرچی مطلب کہ کرزی لیے کچھ امپاسیبل نہیں سواب بھگتو۔

اور جلدی آئو میں تمہارا ذاتی ملازم نہیں میرا بھی کچھ استینڈرڈ ہے سوسائٹی میں "رعاب سے کہتے اسنے کال ڈسکنیکٹ کی۔

ماہم لب بھینچ کر موبائل ٹیبل پر پٹختی رہ گئی۔

"اب تم کیا مرافقے میں چلی گئی ہو کا لج نہیں چلانا اٹھوا اور تیاری کرو" وہ غصے سے پلٹ کر خاموش بیٹھی زویا سے بولی جو اسکے اچانک غصے سے بوکھلا کر سر ہلاتی نیچے اتری۔

"میں وہ جاہی رہی تھی آپی" اسے کہتے ہیںگ کیا اپنا کا لج یونیفارم لیا اور فریش ہونے کیلئے بھاگی۔
ماہم سر جھٹک کر رہ گئی۔

یہ تو شکر تھا پچھر نوٹ کرنے کے بعد اپنے کپڑے آٹرزن کر کے سوئی تھی ورنہ ابھی اسکا دماغ پھٹ جاتا۔

"میری گاڑی خراب ہے آج چچا کی گاڑی سے چل رہے ہیں چھٹی کے وقت اگر چچا آجائیں پک کرنے تو ٹھیک ورنہ ارتھ کے ساتھ آجانا اسکے ساتھ کچھ مزید لڑ کیاں بھی آتی ہیں ہمارے محلے کی" بلوجیز بلیک اینڈ وائٹ لانگ شرٹ اور ساتھ ہی بلیک اسٹارلر گلے میں ڈالے اپنے شہدرنگ گھنگھر اے بالوں کو ٹیل پونی میں جکڑتے وہ پاس کھڑی سنہری بالوں کی چوٹیاں بناتی زویا سے بولی۔

اسنے سن کر سرا ثبات میں ہلا دیا۔

"سوری" ماہم کو جو گرپینے کے بعد بیگ کندھے پر ڈالتے دیکھ کر زویا جلدی سے منمنائی۔

"میں نہیں جانتی تمہاری زندگی میں اتنی محبت توجہ ہونے کے بعد بھی تمہیں ڈر کس بات کا ہے پر اتنا جانتی ہوں جس طرح کا تمہارا رویہ ہے یہ دوسرے کو تمہیں ڈرانے سے پہلے تمہیں تمہارا رویہ ہی مار دیگا مائنڈ اٹ" وہ سپاٹ لمحے میں کہتی وہاں سے نکلی۔

"اب میں آپکو کیا بتاؤں آپی کس طرح کے میرے خواب مجھ پر ستم کرتے ہیں جو دوسروں کو سرور پہنچاتے ہیں اور مجھے آگ" وہ تھک کر سوچتی کانج بیگ کندھے پر ڈالے سفید یونیفارم میں بلیک شوز پہنے سنہری بالوں کی دو چوڑیاں آگے رکھے سفید ہی لمبے دو پٹے کوشانوں پر پھلانے نیلی آنکھوں والی خوبصورت سی کم سن لڑکی بہت مشکل سے سرخ پنکھڑیوں سے لبوں پر مسکراہٹ سجائے ڈائینینگ ٹیبل پر آئی۔

"السلام علیکم"--- وہاں بیٹھی صبا بھا بھی انکی پانچ سالہ بیٹی پنکی اور ریاض بھائی ماہم کو دیکھتے وہ سلام کرتی چیز کھسکا کر بیٹھی۔

صبا بھا بھی سر ہلا کر رہ گئی البتہ پنکی اور ریاض بھائی نے خوش دلی سے سلام کا جواب دیا۔

"طبیعت کیسی ہے ہماری گڑیا کی" جیب سے نوٹ نکال کر تھماتے وہ محبت سے پوچھنے لگے۔

"ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں بھائی اور پنکی تم اسکول---

"چپ کر کے کھانا کھاسکتے ہیں"---؟ اسکا ابھی جملہ مکمل نہیں ہوا تھا کہ ماہم نے ناشتے سے ہاتھ روک کر ظریہ پوچھا۔

زویاں جلدی سے سر ہلا دیا اور اپنے لئے ناشتہ نکالنے لگی۔

کچن میں کھڑیں زینیہ بیگم کو بہت ناگوار گذراماہم کا سرد لمحہ اپنی بیٹی سے پریہ آج کا تو نہیں تھا۔

"یہ کس طرح تم اپنی چھوٹی بہن سے بات کرتی ہو ماہم وہ ہماری چھوٹی ہے لاڈلی گڑیا تمیز سے پیش آیا کرو" ریاض نے اپنی بہن کو گھورا۔

پرماہم نے کوئی رسپانس نہیں دیا بلکہ اپنے کھانے پر سر جھکائے آس پاس سے لاپرواہ تھی۔ اسکے انداز پر ریاض بھائی کا خون کھول اٹھا۔

"مہینے کی آخری تاریخ میں چل رہی ہیں اسلئے میسے نہیں زیادہ یہ کچھ ہیں رکھ لو تمہاری گاڑی بھی خراب ہے"۔۔۔ کچھ توفیق بعد ریاض بھائی نے پانچ سو کانٹ نکال کر ماہم کے سامنے رکھا۔

صبا بھائی نے ایکدم ہی اپنے شوہر کے ہاتھ کی طرف دیکھا جہاں پانچ سو کا کٹک نوٹ تھا۔ ماہم نے پلیٹ سے نظریں ہٹا کر اپنے بھائی کے ہاتھ میں نوٹ دیکھا اور ظریہ مسکرائی اسکی نوٹ پر ابھی بھی پکڑ دیکھ کر۔

"جس پر پکڑ پاؤ"

"اسکے بھید جان جاؤ" وہ گنگنائی۔

زویانے چور نظروں سے دونوں بھائی بہن کو دیکھا۔ ٹھیک ہی تو کہتی تھی ریاض بھائی اسے میسے دیتے نا مجبوری بتاتے تھے ناہی پیسوں پر پکڑ رکھتے تھے۔ پرماہم اپنی بہن سے ہمیشہ ایسا کرتے وہ سمجھ نہیں پاتی تھی کیوں۔

ان سے دئے نہیں جاتے تھے یا وہ دینا نہیں چاہتے تھے یہ صرف مردوت۔

"شکریہ! ضرورت نہیں" وہ کہہ کر واپس ناشتہ کی طرف متوجہ ہو گئی اور پورا انصاف کرنے لگی۔

"یہ جو تم اپنی اس لکلے کی نوکری پر اکڑتی ہو ماہم کرزی بتا دوں تمہیں کہ عورت مرد کے سہارے کے علاوہ کچھ نہیں" وہ جتنا کر بولا۔

صبا بھائی نے مسکراہٹ دبائی۔

"تم کیا دیکھ رہی ہو یہ اس گھر کا روز کا تماشا ہے ناشتہ کرو"۔۔۔ نوالہ پنگی کے منہ میں ڈالنے صبا بھائی نے گھورا۔۔۔

ماہم اپنی بھائی کو دیکھتی بھائی کی طرف متوجہ ہوئی۔۔۔ "پر مجھے تو آج تک کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہوئی ریاض کرزی صاحب میں اپنا کماتی ہوں اپنے پیسے پر جیتی ہوں ہاتھ پھیلانا مجھے پسند نہیں۔

آپ ماہ کے آخری تاریخ پر ہر بار یہ احسان کرتے ہیں تو پلیز مت کیا کریں جب جانتے ہیں میں نہیں لیتی کسی کے احسان سواء ایک ذات کے تو پھر کیوں اپنی انرجی ویسٹ کرتے ہیں بھائی صاحب مجھے ناکبھی سہارے کی ضرورت پڑی ہے ناپڑے آگے پڑھے گی رقمبر" وہ کہتی چیز سے اٹھی۔

اسے اٹھتے دیکھ کر زویا بھی ایکدم کھڑی ہوئی حالانکہ آج انہیں انکا باپ ڈر اپ کرنے والا تھا۔

"تم چاچا کے ساتھ آ جانا میں جارہی ہوں دیر ہو رہی ہے" وہ زویا سے کہتی چیز سے اپنا بیگ اٹھا کر کندھے پر ڈلتی اسٹالر کو ٹھیک کرتی وہاں سے نکل گئی۔

"کبھی تو خاموشی سے ناشتہ کر لیا کرو ریاض ناراض کر دیا سے پھر" زینیہ بیگم کچن سے آفاق صاحب کا ناشتہ لیکر ٹیبل پر آتیں جھڑک کر ریاض سے بولیں۔

"چھوڑیں پچھی بہانہ چاہیے اسے غصے کا جاب نہیں کرتی ہم سب پر احسان کرتی ہے اپنا بوجھ آپ اٹھا کر۔ گاڑی خراب کھڑی ہے میدم کی اور اکڑ تو دیکھو ویسے بھی مر انہیں جارہا سے پیسے دینے کیلئے میری اپنی فیملی ہے انکا خرچ دیکھوں یا اس میدم کو جسکی یونی کی فیس ہزاروں کی ہے کہاں سے لاوں اتنے پیسے میں۔ سہارا نہیں چاہیے اسے ہونہہ! پڑھائی مکمل کرے کسی سے بھی نکاح پڑھا کر چلتا کروں گا" غصے سے کہتا وہ ناشتہ کرنے لگا۔

زینیہ بیگم تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔

البته زویا بیز اریت سے نوالے لیتی اپنے باپ کا انتظار کرنے لگی۔

ریاض بھائی کا دیا ہوا ہزار روپے کا نوٹ اسکی ہتھیلی کے سینے میں بھیگ گیا تھا پر اسے پرواہ نہیں تھی۔

"ماہم کہاں گئی" ڈائیگنگ ٹیبل پر آتے ہی وہاں ماہم کونا پا کر آفاق صاحب بولے۔

"جھگ--"

"اسے آفس سے بس کی کال آگئی تھی تو چلی گئی"۔۔۔ صبا کے کچھ کہنے سے پہلے زینیہ بیگم نے بتایا جس پر آفاق صاحب سر ہلا گئے۔

"میرا بیٹا تیار ہے کانچ کیلئے" زویا کے ماتھے پر لب رکھے وہ مسکرائے زویا سر ہلا گئی۔

"بڑے پاپا میں بھی جا رہی ہوں پاپا کے ساتھ" پنکی نے جھٹ سے اپنی موجودگی کا احساس دلا یا۔

"واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے بھی زبردست" اسے پاس بلا کر محبت کرتے وہ بولے پنکی کھکھلا اٹھی۔

خاموشی سے ناشتہ کرنے کے بعد وہ آفاق صاحب کے ساتھ کانچ کیلئے انکی گاڑی میں روانہ ہوئی تو دوسروی طرف ریاض بھائی پنکی کو لیکر روانہ ہوئے۔

صبا بھی خود ناشتہ کرتی پھر اپنے تین سالہ بیٹے کے جاگ جانے پر روم کی طرف چلی گئی۔

اور زینیہ بیگم کچن کی صفائی کے بعد اپنی بیٹی کا روم سیٹ کرنے کیلئے آئیں۔

"کیا ہوا تمہارے چہرے پر مردے کیوں ناج رہے ہیں" زویا کے انتظار میں گیٹ پر کھڑی ارتخ، آفاق

صاحب کی گاڑی سے اپنے پاس آنے پر اندر بڑھتی اسکے اداں چہرے کو دیکھ کر بولی۔

"آپی ناراض ہے" سامنے پڑے چھوٹے سے پتھر کو شوز سے ٹھوکر مارتی بولی

"اوہ" ارتخ سر ہلا گئی۔

"اداس کیوں ہو ری ہو جب جانتی ہوں اسکی لائف کتنی مشکل ہے اور ہماری مضبوط بریو جرنلسٹ آسانی سے فیس کر جاتی ہے تو کیوں تم اپنا مردہ بنارہی ہو" کلاسز کی طرف بڑھتے وہ مسکراتی بولی۔

"تمہیں ایک دھماکے دار بلاست کرتی نیوز دوں" ایک دم اسکے سامنے آتی وہ چٹکی بجا کر بولی۔۔۔
"کون سا اگر میں کہوں گی نا تو تم نہیں دو گی" زویانے ناک سکوڑا۔

"اوہ ہیلو میڈم خود کو سمجھو مت دیتی بھی ناہاں۔ اگر میرے پیٹ میں بلاست ناکر رہی ہوتی یہ نیوز سمجھی کہ سمجھائوں" اپنی ایک چوٹی کو جھٹکے سے پیچھے کرتی وہ خنگی سے بولی زویاہنس پڑی۔
ارتچ نے اسکے سرخ گالوں پر گہرے ڈمپل دیکھے۔

"تمہیں ایک بات بتائوں زی۔۔۔"! کچھ سوچ کر ارتچ بولی۔۔۔ وہ اپنی کلاس اپنے فرست روکی سینکڑ سیٹ پر بیٹھیں ساتھ۔
"بتائو" زویانے مسکرا کر اجازت دی۔

"تم جب یوں اداس سی چلتی ہو تو مجھے تم سے عمر دراز خاتون کی بو آتی ہے قسم سے" وہ منہ بنائے کر بولی۔
اسکی بات سن کر زویا کا دلکش قہقہہ پڑا ساتھ وہ بھی ہنس پڑی اور بک زویا کے سر پہ مارا۔
"اچھا ب جلدی سے بتا اپنی دھماکے دار نیوز" وہ ایکسا نٹڈھ ہوئی۔

"تو جناب عالیہ بلاست کرتی نیوز یہ ہے کہ" وہ اسکے کان کے قریب ہوئی۔۔۔

کیونکہ ان دونوں کے قہقہے پر کافی اسٹوڈنٹس اگئی طرف متوجہ ہوتی فتنیوں کی طرح کان ٹکا گئی تھیں۔
اور یہ جو نیوز تھی وہ ارتچ اپنی بیسٹ فرینڈ کے علاوہ تو کسی کو نہیں دینا چاہتی تھی۔

"جے کی نئی فلم کا پرومور یلیز ہو گیا ہے"

"واٹ۔۔۔!! کون جے؟" زویا جو آنکھیں پھیلائے کر کوئی بلاست کرتی نیوز کے منتظر تھی اس قدر بکواس اور اجنہی جے پر چلا اٹھی۔

"شٹ اپ زویا" ارتھ نے غصے سے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا اور مزید آواز حلق میں دباتی ناراض نظر وہ سے گھورنے لگی۔

"اوکے سوری پر بتاؤ تو پہلے کہ یہ جس کون سی بلائے ہے" اپنے منہ سے اسکا ہاتھ ہٹاتے ہوئے وہ حیرت سے پوچھنے لگی۔

"چل دفع ہو سب کو بتا دیا اب جا اپنی فتنیوں سے پوچھ" سب کے منہ پر جس سنتے وہ غصے سے بولتی سامنے دیکھنے لگی۔

"ارو میں نے کہا نا سوری یار مجھے کیا پتا تھا یہ اتنا خطرناک وا رس ہے جو اتنی جلدی پھیل جائے گا۔ اینی وے تمہیں مجھے بتانا ہے نا اس بارے میں تو بتاؤ مجھے تو نہیں معلوم اس جس کے ایل ایم کے بارے میں" وہ زبردستی اسکا رخ اپنی طرف کرتی بولی۔

کچھ پل تو وہ اسے غصے سے گھورنے لگی زویا نے معصومیت سے اپنی آنکھیں پٹپٹائیں جن پر اسے ہنسی آگئی۔

"ارے یار وہ" جان مرزا" جسے دنیا دل سے جس کہہ کر بلا تی ہے۔ کیا زبردست اسکی نیو مووی آرہی ہے جس کا پروموکل رات ہی ریلیز ہوا تھا دھوم مچادی ہے اسے فلم انڈسٹری اور ولڈ میں اور تمہیں پتا ہے اسکی نیو مووی کے کچھ سین کہاں شوٹ ہو رہے ہیں" وہ جوش سے اسے بتا رہی تھی۔

رات ہی تو اسے وہ پرومو دیکھا تھا جو کسی سحر کی طرح اس پر چھاپا ہوا تھا۔

نام بھی کیا خطرناک تھا مووی کا۔

"کہاں؟" زویا نے ان میں بیز اریت چھپاتے پوچھا۔

ارتھ جانتی تھی اسے یہ موویز سیریل نہیں پسند۔

پروہ اسکی دوست تھی اسے اپنی پسند تو بتانی تھی نا اور زویا بھی جانتی تھی وہ اپنی دوست کی پسند سے آکتا نہیں سکتی بلکہ خوشی سے سن سکتی ہے۔

"کہاں؟" اسنے پوچھا اور بک نکالی۔

"ویسے تو وہ دبئی میں رہتا ہے پر آجکل وہ یہاں شوٹنگ کیلئے آیا ہے یہاں اپنے شہر اسلام آباد میں اوہہ مائے گاؤ میں تو سوچ کر ہی پاگل ہو رہی ہوں زویا کہ اگر ہم اس سے مل جائیں ایک بار تو اور اسکے ٹائیگر کو دیکھیں" وہ دونوں ہتھیلیاں گال پر ٹکا کر کھو سی گئی۔

زویا ہنسنے اسکے سر ہر بک مار کر رہ گئی۔

"تمہیں معلوم ہے زویا میں کریزی فین ہوں اسکی۔ چھاسا جاتا ہے وہ سارے ماحول پر جب اسکی آنکھیں ہیز ل آنکھوں کا سحر سب کو جکڑتا ہے پوچھومت"۔۔۔۔۔ وہ کھوئی کھوئی سی بولی۔

"بس کراو عجیب سالگ رہا ہے یار ہاہاہا" وہ چپت مارتی اسے ہوش میں لانے لگی اور ہوش میں آکر ارتج بھی زور سے ہنسی۔

"ویسے نام کیا ہے اس بھے کے ایل ایم کی مووی کا؟" سر سری سے وہ پوچھنے لگی۔

"سا۔۔۔۔۔ اسنے ابھی نام مکمل ہی نہیں کیا تھا کہ میم قبسم کے آنے پر ایک دم خاموشی چھاگئی۔ جانتی تھی سب جتنی وہ نام کی قبسم تھی اتنی ہے ہاتھ کی زہریلی۔

"پھر بتاؤں گی" سلام کر کے بیٹھنے پر ارتج نے سر گوشی کی زویا سر ہلا گئی۔

♥ ----- جاری ہے ----- ♥